از مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کا خاندان

(ایک سرسری جائزہ، ایک اجمالی نظر)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہندوستان کے ان عظیم الشان اکابر میں سے ہیں جن پر ارضِ ہند بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ اس عظیم شخصیت کے فیوض و برکات ہندوسندھ میں تو تھے ہی، تمام عالم اسلامی اور دیگر ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں۔ وہ ایک طرف باکمال محدث اور فقید المثال فقیہ تھے تو دوسری طرف ایک ماہر رموز تصوف محقق صوفی اور بلند پایہ مفکر و متکلم بھی تھے۔ ان کے شاگردوں کا حلقہ بھی بہت وسیع تھا جن میں مولانا نور اللہ بڈھانویؒ، خواجہ امین اللہ ولی اللّٰہی کشمیریؒ، شاہ محمد عاشق پھلتیؒ، علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی ثم زبیدی صاحب تاج العروس شرح قاموس اور صاحب تصانیف کثیرہ الحاج نواب رفیع الدین خاں فاروقی مرادآبادیؒ جیسے حضرات بھی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ایک عبقری (پیدائشی باکمال) انسان تھے۔ ان کا آبائی سلسلۂ نسب امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اور ان کی ننھیال کا سلسلۂ نسب خلیفۂ اول امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متصل ہوتا ہے۔ ان کی ددھیال اور ننھیال میں بڑے بڑے پاکیزہ نفوس، اربابِ علم و عرفان اور اصحاب قلم و علم گذرے ہیں۔

یہ بات حضرت شاہ ولی اللہؒ کے تقریباً تمام تذکرہ نویس لکھنا بھول گئے ہیں کہ وہ قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر میں ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے نانا شیخ محمد پھلتیؒ تھے جو ایک بلند مرتبہ صوفی اور درویش تھے۔ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور مجاز تھے۔ ان کی الفت آپ

صاحبزادی فخر النساءؒ حضرت شاہ صاحب کی والدہ ماجدہ تھیں۔ شیخ محمد کے صاحبزادے شاہ عبید اللہ پھلتی، حضرت شاہ ولی اللہ کے حقیقی ماموں اور خسر تھے۔ ان کا مقام بھی مشائخ پھلت میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم فاروقیؒ بھی جامع کمالات بزرگ تھے انھوں نے اپنے بھائی شاہ ابوالرضا محمد اور خواجہ خرد کے علاوہ مشہور ماہر علوم عقلیہ میرزاہد ہروی سے بھی اخذِ علوم کیا تھا۔ انھوں نے سلسلۂ آدمیہ مجددیہ میں حافظ سید عبداللہ اکبرآبادیؒ سے اور سلسلۂ ابوالعلائیہ میں خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادیؒ سے نیز سلسلۂ چشتیہ میں سید عظمت اللہ چشتی اکبرآبادیؒ سے فیض حاصل کیا تھا۔ شاہ عبدالرحیمؒ کے والد شیخ وجیہ الدینؒ بھی بڑے دیندار، پابند وضع، ذی علم اور شجاع شخص تھے۔ ددھیال اور ننھیال کے علمی اور روحانی ماحول نے حضرت شاہ ولی اللہ کی سیرت پر بہت بڑا اثر ڈالا۔ آپ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم فاروقیؒ نے آپ کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ دس سال سے کم عمر تھی کہ حافظِ قرآن مجید ہوئے، اور اس کے بعد سولہ سال کی عمر تک تمام علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کرلی۔ فراغت کے بعد جبکہ آپ کے والد ماجد کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا تو ان کی جگہ سترہ سال کی عمر میں مسند نشین علم و معرفت ہوئے، اور صدہا تشنگانِ علوم اور طالبانِ معرفت کو فیض یاب کیا۔ آپ نے مدرسہ رحیمیہ کو ترقی دی اور دہلی کے اندر کارِ تعلیم و تدریس کو فروغ دیا۔ اپنے والد کی وفات کے ۱۲-۱۳ سال کے بعد ۱۱۴۳ھ میں بغرض حج و زیارت و تحصیل علم حصولِ حدیث آپ حجاز مقدس چلے گئے۔ وہاں دو سال رہے اور شیخ ابوالطاہر مدنی کردیؒ وغیرہ جیسے مشہور و معروف محدثین سے اخذ فیض کیا۔ آپ کے اندر جو خداداد ذہانت اور ذکاوت تھی اس کو دیکھ کر وہاں کے اساتذۂ حدیث بہت خوش ہوئے، اور انھوں نے آپ کی طباعی کا بڑے اچھے الفاظ میں اظہار کیا۔

حجاز مقدس سے واپس آکر بھی حضرت شاہ صاحب درس دیتے رہے، لیکن اب آپ کی مشغولیت تصنیف و تالیف میں زیادہ ہوگئی۔ آپ کی تصانیف میں ازالۃ الخفاء اور حجۃ اللہ البالغہ وہ دو بہترین کتابیں ہیں جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

ان کے علاوہ بھی درجنوں کتابیں اور رسائل آپ نے تصنیف کیے۔ ہر فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے خصوصاً حدیث، تفسیر اور فقہ و تصوف میں ان کو بڑا درک حاصل تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تصوف میں جو کتابیں لکھیں ان میں ایک محققانہ شانِ اجتہاد جھلک رہی ہے۔ 'توحید وجودی' اور 'توحید شہودی' کے مسائل پر بھی آپ نے لکھا اور اس نزاع کو 'نزاع لفظی' قرار دیا۔ تمام مشائخ طریقت سے حسنِ ظن پیدا کرنے کے لیے آپ نے اپنی تصنیفات میں پوری پوری کوشش فرمائی۔ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، قول الجمیل، ہمعات، ہوامع، تفہیمات الٰہیہ خیر کثیر، بدور بازغہ اور قرۃ العینین وغیرہ کتابیں آپ کی بلندیٔ استعداد اور بلند پایہ بصیرت پر شاہدِ عدل ہیں۔ آپ نے فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا جس کا نام فتح الرحمٰن ہے وہ بھی اتنا معیاری ہے کہ جس کی نظیر فارسی زبان کے کسی ترجمہ میں نہیں ملتی۔ اس فارسی ترجمہ اور اس کے فوائد میں جو رموز اور مصالح ہیں ان کا ادراک وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے قرآن مجید کی متعدد تفاسیر اور متعدد تراجم کا مطالعہ کیا ہو۔

آپ نے فوز الکبیر اصول تفسیر میں ایک رسالہ لکھا جو حجم و ضخامت کے لحاظ سے کم اور معانی کے لحاظ سے بہت جامع اور پُر مغز ہے۔ اس کا عربی ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ اس رسالہ سے حضرت شاہ صاحب کی تفسیر قرآن کی مہارت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مغلیہ دور کے کئی بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ ان کی سیاسی بصیرت اور حکمت عملی نے اپنے زمانے کے بعض بادشاہوں کو بھی دعوت نظامِ عدل دی ہے اور ان کے سامنے انتظامِ ملک ومال کا نقشہ پیش فرمایا ہے۔ آپ کے وہ خطوط جو اس وقت کی سیاست کے آئینہ دار ہیں اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ کو عقلِ معاد کے ساتھ ساتھ عقلِ معاش سے بھی کافی ووافی حصہ ملا تھا۔

آپ کے روحانی مسترشدین بھی کافی تعداد میں تھے جن میں حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ کی حیثیت سب میں ممتاز ہے۔ حضرت شاہ ابو سعید حسنی رائے بریلویؒ جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے نانا تھے۔ تصوف و معرفت میں آپ کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ خلیفہ و مجاز تھے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ آپ کے تمام علوم ظاہری و باطنی

کے حامل تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بعد شاہ محمد عاشق پھلتیؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ذریعہ علومِ ولی اللّٰہی زیادہ سے زیادہ اشاعت پذیر ہوئے۔

شاہ محمد عاشق پھلتیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ماموں زاد بھائی بھی ہیں، برادر نسبتی بھی ہیں، شاگرد بھی ہیں اور مرید وخلیفہ بھی ـــــ وہ حجاز مقدس میں شاہ صاحب کے ساتھ حدیث کے درس میں بھی شریک رہے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے حضرت شاہ صاحب کی کتابوں کے مسودات کو جمع کیا اور بڑی لگن سے ان کی تبییض وترتیب میں حصہ لیا۔ یہ کام انھوں نے شاہ صاحب کی حیات میں بھی کیا اور بعد کو بھی ـــــ وہ خود بھی صاحب تصنیف تھے۔ رسالہ سبیل الرشاد سلوک میں ان کا بہترین شاہکار ہے۔[1]

شاہ محمد عاشق نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مکاتیب کے جمع کرنے کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ شروع میں ان کے صاحبزادے شاہ عبدالرحمٰن، شاہ صاحب کے خطوط ومکاتیب جمع کرتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد خود شاہ محمد عاشق پھلتی نے اس کام کو بڑی محنت وجانفشانی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اس مجموعہ کے سیاسی مکتوبات احقر کے اردو ترجمہ اور پروفیسر خلیق احمد نظامی مسلمہ کے مقدمہ اور حواشی کے ساتھ ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی کے زیر اہتمام شائع ہو چکے ہیں ـــــ بقیہ دو سو سے زائد علمی اور دینی مکتوبات احقر کے ترجمہ، مقدمہ اور حواشی کے ساتھ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز پنچکوئیاں روڈ نئی دہلی کے اہتمام سے عنقریب شائع ہونے والے ہیں۔ ان خطوط کے مطالعہ سے بھی حضرت شاہ ولی اللہؒ کی زندگی کے حالات پر کافی روشنی پڑے گی اور بہت سی ایسی معلومات سامنے آئیں گی جو ان خطوط کے علاوہ اُن کی تصنیفات میں کہیں نہیں ملتیں۔

حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور ان کے بھائیوں کی تعلیم وتربیت میں بھی بڑا حصہ لیا۔ سنہ ۱۱۷۶ھ میں حضرت شاہ ولی اللہ کا وصال ہوا تو اس وقت شاہ عبدالعزیز صاحب کی عمر سولہ سال کی تھی۔ اپنے والد ماجد سے بھی بہت کچھ پڑھ چکے تھے مگر حضرت شاہ محمد عاشق کی تربیت نے آپ کی علمی وروحانی استعداد میں جِلا پیدا کی۔

---

[1] کتب خانہ قاضی شہر رامپور اور رضا لائبریری رامپور میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی زوجۂ ثانیہ کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔ پہلی زوجہ کے بطن سے شیخ محمد تھے جنھوں نے بڈھانہ ضلع مظفر نگر میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں وفات پائی اور بڈھانہ کی جامع مسجد کے ایک گوشہ میں مدفون ہوئے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کے تین حقیقی بھائی اور تھے جن کے اسمار مبارک یہ ہیں:

(۱) شاہ رفیع الدین عبدالوہاب (۲) شاہ عبدالقادر (۳) شاہ عبدالغنی۔

یہ سب بھائی علمی استعداد اور ذہانت و ذکاوت نیز بلندی اخلاق اور پابندی شرع میں یگانۂ روزگار تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز نے مسند علم و عرفان پر بیٹھ کر اپنے والد ماجد کی جانشینی کا پورا پورا حق ادا کیا۔ انھوں نے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی بہت بڑی تعداد چھوڑی۔ ان میں سے چند نمایاں شخصیتوں کے نام یہ ہیں:۔

اُن کے تینوں چھوٹے بھائی، دو برادرزادے یعنی شاہ محمد اسمٰعیل شہید اور شاہ مخصوص اللہ نیز دو نواسے یعنی شاہ محمد اسحٰق فاروقی محدثؒ (مہاجر) اور، مولانا محمد یعقوب فاروقی محدث (مہاجر) ان کے علاوہ شاہ غلام علی دہلویؒ، مولانا مفتی الٰہی بخش نشاط کاندھلویؒ، رشید الملت مولانا رشید الدین دہلویؒ، مولانا اکرم اللہ محدث دہلویؒ، مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی ثم کانپوریؒ مولانا حسین احمد ملیح آبادیؒ وغیرہم ——— حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے اجازتِ حدیث پانے والوں میں منجملہ اور اکابر کے حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ بھی ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدثؒ کی تصانیف اور رسائل بھی ان کی اعلیٰ و اکمل علمی استعداد کی اطلاع دینے والے ہیں۔ ان میں تحفۂ اثنا عشری اور تفسیر عزیزی کی تو نظیر نہیں ملتی۔ دیگر کتب بھی حقائق و معارف سے لبریز ہیں۔ افسوس کہ آپ کے بہت سے مسوّدات اور خطوط انقلاب زمانہ کے ہاتھوں ضائع ہو گئے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے ۸۰ سال کی طویل عمر پائی۔ زندگی کے آخری کئی سال ظاہری بصارت جاتی رہنے سے اور دیگر امراض کے غلبہ کی بنار پر آپ درس و تدریس سے معذور ہو گئے تھے اور آپ کے بھائیوں، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے مسندِ درس کو سنبھال لیا تھا۔ انھوں نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی پیدا کی ہوئی تعلیمی و تدریسی، تالیفی اور تصنیفی سرگرمیو

میں ذرا فرق نہ آنے دیا۔

آپ کے سب سے چھوٹے بھائی شاہ عبدالغنی تھے جو خود تو زیادہ مشہور نہیں ہوئے لیکن اپنے صاحبزادے شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ دہلوی کی وجہ سے ان کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ نے بھی دیگر تصانیف کے علاوہ اردو زبان میں قرآن کے ترجمے کیے جو شائع ہو چکے ہیں۔ ان ترجموں میں بڑی لطافتیں اور بہت سی خوبیاں ہیں جو اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ ان ترجموں میں ہندی الفاظ کو کثرت سے استعمال کیا گیا ہے۔

ایک بات یہ قابل ذکر ہے کہ ان چاروں بھائیوں میں عمر کے لحاظ سے جو سب سے چھوٹا تھا اس نے سب سے پہلے انتقال کیا۔ اور سب سے بڑے نے سب سے آخر میں۔ درمیانی دو بھائیوں کا انتقال بھی اسی ترتیب سے ہوا یعنی شاہ عبدالقادر صاحب کا پہلے اور شاہ رفیع الدین صاحب کا بعد کو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے بعد ان کے نواسے شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ نے اپنے نانا کی جانشینی کا حق ادا کیا۔ ہنگامہ ۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۷۳ھ سے پندرہ سال پہلے ۱۲۵۸ھ میں وہ ہجرت فرما گئے تھے۔

ان کے باکمال تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ جن میں مفتی عبدالقیومؒ ابن مولانا عبدالحیٔ بوڈھانویؒ، شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنیؒ قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتیؒ، صاحب مظاہر حق نواب قطب الدین خاں دہلویؒ، مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ۔ مولانا شیخ محمد محدث تھانویؒ، مولانا عالم علی نگینوی ثم مرادآبادیؒ اور مولانا نذیر حسین محدثؒ وغیرہم بھی شامل ہیں۔ ان میں مولانا شاہ عبدالغنی فاروقی مجددیؒ کا سلسلۂ فیض بہت وسیع ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے انہی سے خانقاہ شاہ غلام علی میں درس حدیث حاصل کیا تھا۔

سہارنپور میں حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ، گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ دیوبند میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، میرٹھ میں حضرت مولانا محمد قاسمؒ، مرادآباد میں مولانا عالم علیؒ اور رامپور میں مولانا حسن شاہ محدثؒ بعدہٗ مولانا محمد شاہ محدثؒ نے درس حدیث کا سلسلہ تادیر جاری رکھا۔ آخر میں حضرت مولانا خلیل احمدؒ اور حضرت مولانا نانوتویؒ کے دو باکمال شاگردوں یعنی راس الاذکیا، حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہی اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندیؒ کے ذریعہ تشنگان علم حدیث کو حوض ولی اللّٰہی سے بڑی سیرابی وشادابی حاصل ہوئی۔ ان حضرات کے ذریعہ ہندستان کے ہر ہر صوبے اور ہر ہر گوشے کے علاوہ بیرون ہند میں بھی فیض ولی اللّٰہی کا سلسلہ پھیلتا رہا۔ آخر دور میں ولی اللّٰہی علمی خاندان سے تعلق رکھنے والے حضرات میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صدیقی مفسر امروہیؒ، وقار المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ محدث کشمیریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، حضرت مفتی محمد کفایت اللہ شاہجہانپوری ثم دہلویؒ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا سید فخرالدین احمد محدثؒ وغیرہم نے عرب وعجم میں اپنی تصنیفی وتدریسی خدمات سے ملت اسلامیہ اور امت محمدیہ کے افراد کو بڑا فائدہ پہنچایا۔ ان کے تعلیمی مستفیدین کے علاوہ، روحانی مسترشدین کا حلقہ بھی آفاق گیر ہے، اور آج بھی دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مدرسہ اسلامیہ عربیہ امروہہ، مدرسہ شاہی مرادآباد کے علاوہ میرٹھ، مظفرنگر، گلاؤٹھی، خورجہ، سنبھل، علی گڑھ، نگینہ، بریلی، شاہجہانپور، مئوناتھ بھنجن مبارکپور، سرائے میر، بنارس نیز بہار و بنگال، گجرات، علاقہ حیدرآباد دکن، بھوپال، ٹونک صوبہ مدراس اور پاکستان کے تمام تدریس حدیث کے ادارے اور اہل حق کی مشہور درسگاہیں سب سلسلۂ ولی اللّٰہی سے وابستہ ومربوط ہیں۔ اور بقول حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم برصغیر (ہند وپاکستان) میں اہل سنت وجماعت کا کوئی ایسا دینی وتعلیمی ادارہ اور تدریس قرآن وحدیث کا مدرسہ باوجود تفتیش وتلاش کے معلوم نہ ہوسکا جس کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے سلسلہ سے نہ ہو۔

(بشکریہ الفرقان لکھنؤ)